نوجوانوں کی تعلیم وتعمیل کے سماج پر اثرات کا شرعی جائزہ

The Role and Impact of Youth's Education on Society in Sharia Perspective

☆ڈاکٹر عبدالقدوس

پوسٹ ڈاکٹریٹ ریسرچ فیلو الٰہیات فیکلٹی، جامعہ نجم الدین اربکان- قونیا، ترکی

☆☆ڈاکٹر مراد شیمشک

ایسوسی ایٹ پروفیسر، الٰہیات فیکلٹی، جامعہ نجم الدین اربکان- قونیا، ترکی

Abstract:

Each society is comprised of people of different classes, values and ages, and each has to play an important, essential and important role in todays and future society. And it is the duty of every individual in the society to take part in strengthening the society. And every society, as well as its members, consists of different classes of people who take part in its creation and maintenance.

Young people often struggle with keeping a balance between responsibilities for the self-responsibility of others. Their responsibility to influence society begins primarily with themselves, their beliefs, morals and education, and then it outwardly expands through their actions, which should be based on justice. Visit Adult Life This is what binds us to a sense of morality in matters with ourselves and with others.

Young and youth ones are part of this society, but their role is more important than others. They are an integral part of society and society is incomplete without the blood of a young. So it is said: "Today's youth are leaders of power, hope and tomorrow", because they are the future of society, country and community. Youths are the catalyst for change and can encourage governments and authorities to announce their priorities. Young people have important responsibilities against their own society. It is important to learn from the past and live with hope for a better future, a future that is suitable for our children and future generations. Because of this, the following, although not limited to them, are the basic responsibilities of youth in a Muslim society.

Keywords: Role, Impact, Youth, Society, Qur'an, Hadith

تعارف

یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی ملک یا معاشرہ کسی بھی قسم کی ترقی کا تصور ہی نہیں کر سکتا جب تک وہ معاشرہ یا قوم علم کی اہمیت کو تسلیم نہیں کر لیتے اور اس کو اپنے ملک کی ترقی کیلئے ناگزیر نہیں سمجھ لیتے۔ آج جن قوموں نے ترقی کی ہے وہ صرف علم و تعلیم کی بدولت ہے، لہذا تعلیم کی اہمیت سے کسی بھی طرح انکار ممکن نہیں۔

اس بات پر تمام ماہرین علم و دانش کا اتفاق ہے کہ تعلیم پر صرف قوم کی تعمیر و ترقی کا ہی انحصار نہیں بلکہ اس میں قوم و ملک کے احساس و شعور کو جلا بخشنے کی قوت بھی پنہاں ہے۔ یہ نئی نسل کی وہ تعلیم و تربیت ہے جو اسے زندگی گزارنے کے طریقوں کا شعور دیتی اور اس میں زندگی کے مقاصد و فرائض کا احساس پیدا کرتی ہے۔ تعلیم ہی سے ایک قوم اپنے ثقافتی، ذہنی اور فکری ورثے کو آئندہ نسلوں تک پہنچاتی ہے اور اُن میں زندگی کے اختیار کردہ مقاصد سے لگاو پیدا کرتی ہے۔ اسی تعلیم کی وجہ سے زندگی میں محبت خلوص، ایثار، خدمت خلق، وفاداری اور ہمدردی کے جذبات بیدار ہوتے ہیں، نیز تعلیم کا بنیادی مقصد ہمیشہ انسان کی ذہنی، جسمانی اور روحانی نشو نما کرنا ہے۔

کسی بھی ملک میں نوجوان قوم کا قیمتی سرمایہ تصور کئے جاتے ہیں۔ نوجوان ملک و ملت کا مستقبل ہوتے ہیں، قوم کے معمار ہوتے ہیں۔ نوجوان ملت کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

نوجوان دماغی و جسمانی لحاظ سے باقی عمر کے طبقوں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ کٹھن حالات کا جواں مردی سے مقابلہ ان کی خوبی ہے۔ کسی بھی قوم کی ترقی کی ضمانت نوجوانوں اور نوجوانوں کی تعلیم ہی میں مضمر ہے۔ اس قوم کی راہ ترقی میں کوئی بھی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی، جس کے نوجوان محنتی و ذمہ دار ہوں کیونکہ نوجوان ہی دنیا کے سامنے اپنے ملک و قوم کی شناخت ہیں اور اپنی قوم میں دوبارہ اس کی عظمت اور حیثیت کے احساس کو اجاگر کرنا ہے۔

اس ضمن میں نوجوان اور نسل انسانی کی بہترین پرورش کی ذمہ داری بنیادی طور پر دو لوگوں پر ڈالی گئی ہے، والدین اور اساتذہ۔ جو کہ تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور اچھی تعلیم و تربیت ہی وہ چیز ہے جس کی بدولت ایک انسان، بہترین اور مفید انسان قرار دیا جا سکتا ہے، چنانچہ تعلیم و تربیت سے متعلق احمد شوقی کہتے ہیں:

ليس اليتيم من انتهى ابواه من هم الحياة ، وخلفاه ذليلا

ان اليتيم موالذى تلقى له امأُ تخلت أو اُ با مشغولا 1

ترجمہ: یتیم وہ نہیں ہے جس کے والدین فوت ہوئے ہوں اور اس کو تنہا اور بے سہارا چھوڑ رہے ہوں۔ یتیم تو وہ ہے جس کی ماں نے اس سے بے اعتنائی برتی ہو اور باپ مصروف کار رہا ہو۔

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ کسی قوم میں جب بھی کوئی انقلاب برپا ہوا، خواہ مثبت ہو یا منفی، تعمیری ہو یا تخریبی، اس کا روح رواں نوجوان طبقہ ہی رہا ہے۔ اسی طرح معاشرے کی مختلف اکائیاں ہیں جو تربیت میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ ان میں ایک استاد بھی ہے اور استاد کا کردار اگر معاشرے سے نکال دیا جائے وہ زمین بوس ہو جاتا ہے۔ ایک استاد کا تہذیب کو بنانے اور اسے سلیقہ سکھانے میں کلیدی کردار ہوتا ہے۔ ماں باپ کی کوکھ کے بعد بچہ جس تربیتی مکتب کا رخ کرتا ہے وہ تعلیمی ادارے ہیں جہاں موجود استاد اس کی صحیح نہج پر تربیت کرتے ہیں مگر یہ بات واضح رہے کہ منہج چاہے کتنا بھی معیاری اور اعلیٰ قسم کا ہو جب تک ایک بہترین معلّم جو استاد ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مربی بھی نہ ہو اس وقت تک اس تعلیم میں کوئی روح نہیں ہوتی۔ اس ضمن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"لاينفع تكلم بحق لا نفاذ له" 2

ترجمہ: اس حق کے پرچار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں جسے اپنی زندگی میں نافذ نہ کیا جائے۔

مذکورہ اثر کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ طلباء کو صرف یہ سکھانا کفایت نہیں کرتا کہ جھوٹ، چغلی، حسد، کینہ، بغض حرام ہے بلکہ ان برائیوں کا ان کی زندگیوں سے خاتمہ کرنا اصل تعلیم ہے۔ اس لئے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی ایک آثار موجود ہیں جنہوں نے محض سورۃ بقرہ آٹھ سال میں ختم کی۔ تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نوجوانوں کی ذمہ داریوں کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالخصوص درج ذیل اہداف تھے: ا۔ تعلیم وتربیت۔ ۲۔ تعمیل وکردار۔

ا۔ تعلیم وتربیت

یہ ایک آفاقی حقیقت ہے کہ انسانی ضروریات کی تکمیل اور سہولتوں کی فراہمی تعلیم کی مرہونِ منت ہے کیونکہ انسانی ذخیرہ علم میں اضافہ اسی عمل سے ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے ترقی کی مختلف راہیں کھلتی ہیں۔ اس کے ذریعہ سے انسان کے اندر خودداری وخوداعتمادی، عصری و دینی علوم کی ضرورت واہمیت، مذہبی وسیاسی اور معاشی ومعاشرتی علوم پر دسترس حاصل کرنے کی رغبت اور صلاحیتیں نشوونما پاتی ہیں جبکہ اس کے بغیر انسانی، معاشرتی اور طبعی علوم کے شعبوں میں جمود طاری ہوجائے اور تہذیب و تمدن کے بڑھتے ہوئے قدم رُک جائے۔

عصر حاضر میں جدید علوم وفنون پر دسترس اپنی غیر معمولی اہمیت کی بناء پر قابل توجہ بنی ہوئی ہے جن سے استغنا ممکن نہیں، لہذا یہ اہل علم ودانش کا بنیادی فرض منصبی ہے کہ وہ علم سے عاری اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور ہدایت پر گامزن کر دیں کیونکہ انسانی تولیت ان کے سپرد ہے، چنانچہ اس ضمن میں تعلیم کیلئے کی جانے والی کاوشیں، صرف کیا جانے والا بجٹ، تعمیر کی جانے والی پر شکوہ عمارتیں اور دائمی محنت، یہ سب کچھ عظیم مقصد اور مطلوبہ اہداف پانے کے لئے کافی نہیں بلکہ ان اہداف کے حصول کے لئے ایک ایسے مربوط اور منظم مثالی نظام تعلیم کی تشکیل کی ضرورت ہے جس میں طلباء کی تعلیمی ضرورت پوری کرنے کے ساتھ سا تھ اخلاقی تربیت وکردار کا مناسب انتظام بھی ہو تاکہ طلباء کی حصول تعلیم صحیح نہج پر ہو اور وہ ملک وملت کے استحکام کے لئے اپنا کلیدی کردار ادا کرسکیں۔

تعلیم ہر انسان چاہے وہ امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت کی بنیادی ضرورت میں سے ایک ہے۔ یہ انسان کا بنیادی حق ہے جو کوئی اسے نہیں چھین سکتا۔ اگر دیکھا جائے تو انسان اور حیوان میں فرق تعلیم ہی کی بدولت ہے۔ تعلیم کسی بھی قوم یا معاشرے کے لئے ترقی کی ضامن ہے۔ یہی تعلیم قوموں کی ترقی اور زوال کی وجہ بنتی ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کا مطلب تمیز اور تہذیب سیکھنا ہے تاکہ انسان اپنی معاشرتی روایات اور سماج کا خیال رکھ سکے۔ تعلیم وہ زیور ہے جو انسان کا کردار سنوراتی ہے۔ اس دنیا میں ایسے افراد بھی جنم لیتے ہیں جن کے نزدیک تعلیم و تہذیب کوئی معنی نہیں رکھتی۔ وہ حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور اس فانی دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں۔ انسان کا دنیا میں برتاؤ کیسا ہونا چاہئے، اس کے لیے لازمی ہے کہ ہمیں علم ہو کہ انسان کیا ہے اور اسکی تخلیق کا کیا مقصد ہے؟

تعلیم و تعلم ہی اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی عظیم نعمت ہے جس کی بدولت ایک انسان اپنے خالق کو پہچان سکتا ہے اور اس کی بنیاد پر وہ اپنی ذات اور خودی کو پروان چڑھا سکتا ہے۔ اسی علم کی بنیاد پر رب کے رنگ میں (صبغۃ اللہ) رنگ سکتا ہے۔ اسی علم کی بنیاد پر ایک انسان صالح اور پرامن معاشرہ کی تعمیر کے لئے جدوجہد کر سکتا ہے۔ انسان اپنے خالق کی قربت و معیت اسی علم کی بنیاد پر حاصل کر سکتا ہے۔ تعلیم کا معاشرہ کے ساتھ براہ راست اور بہت بڑا گہرا تعلق ہے کیونکہ تعلیم معاشرہ کو مطلوبہ سمت میں نشوونما کے لئے درکار افراد فراہم کرتی ہے۔ مختلف صلاحیتوں کے حامل افراد معاشرے میں اپنی خدمات انجام دے کر معاشرتی عمل میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت محمد ﷺ کا طریقہ تعلیم بہت سادہ اور فطری ہوا کرتا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہر نوجوان سے اس کی صلاحیتوں کے مطابق کام لیتے تھے۔ تعلیم و تربیت کے دو درجے تھے۔ ایک عام صحابہ اور دوسرے اصحاب صفہ تھے۔ ان ہر دو طبقات کی آپ ﷺ اولاً اخلاقی تربیت کی پھر علم و حکمت کا خوگر بنایا۔ آپ ﷺ کی صحبت میں رہنے کے بعد انہوں نے بعد میں ہر جگہ اپنی تربیت کو کمال درجے پر نبھایا[3]

قرآن کریم، دین اسلام کی نمائندہ کتاب ہے یہ ایسی کتابِ ہدایت ہے جو انسانیت کو سیدھی اور معتبر راہ دکھاتی ہے۔ قرآن مجید، آج بھی تمام طاقتوں کا سرچشمہ اور ساری مشکلات کا حل ہے، جس طرح قرآن مجید نے صدیوں پیش تر حسن اخلاق سے عاری اور سیرت و کردار سے دور، ایک حد سے زیادہ گری ہوئی قوم کو بلندیوں کے آسمان پر پہنچا دیا تھا اور اسی کتابِ ہدایت کی بدولت ایک انتہائی پستی کا شکار معاشرہ دنیا کے سب سے ترقی یافتہ اور مہذب معاشرے میں تبدیل ہو گیا، جس نے ساری انسانیت کو ایک لڑی میں پرو دیا، یہ سب اسی کتابِ مقدس کا اعجاز تھا، اس کی معجزانہ قوتیں آج بھی زندہ ہیں۔ قرآن کریم، آج بھی قوموں اور افراد کو بنانے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے، شخصیتوں کی تعمیر کا نسخہ آج بھی پوری طرح کارگر ہے اور وہ ہے تعلیم و تربیت اور عمل و کردار، چنانچہ قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہی حصول تعلیم سے ہوا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ [4]

ترجمہ: پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

حضرت محمد ﷺ کی دعا سے متعلق قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا[5]

ترجمہ: اور ہاں یہ دعا کر کہ پروردگار میرا علم بڑھا۔

نیز آپ ﷺ کا فرض، اللہ تعالی فرماتے ہیں: وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ [6]۔

ترجمہ: انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو جہاد قرار دیا۔[7] اور فرمایا کہ عالم کو عابد پر فضیلت ایسی ہی ہے جیسے سارے ستاروں پر چاند کی۔[8]

اور ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے علم سے متعلق فرمایاہے: عن ابی سعید الخدری قال : قال رسول الله ﷺ : طلب العلم فريضة على كل مسلم[9]۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: علم حاصل کرنا تمام مسلمان پر لازم ہے۔

مفسرین کرام نے مذکورہ حدیث سے مراد قرآن اور علوم القرآن سے متعلق علم کو لیا، محدثین حضرات نے اس سے حدیث اور علوم الحدیث مراد لیا۔ فقہاء کرام نے اس سے مراد اس فقہ واصول فقہ مراد لیا جبکہ علماء متکلمین نے اس سے مراد علم الکلام اور صوفیاء نے اس سے مراد تصوف اور تزکیہ کو مراد لیا۔ غرض ہر ایک فن و علم کے ماہرین نے اپنے اپنے میدان کو ثابت کرنے کی کوشش کی، مگر امام غزالی فرماتے ہیں کہ: "میرے نزدیک اس سے مراد ہر وہ علم ہے جس کی انسان کو ضرورت ہو"۔[10]

امام اہل السنۃ والجماعۃ حضرت امام احمد بن حنبل علم کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

النّاس إلى العلم أحوج منهم إلى الطّعام والشّراب. لأنّ الرّجل يحتاج إلى الطّعام والشّراب في اليوم مرّة أو مرّتين، وحاجته إلى العلم بعدد أنفاسه[11]

ترجمہ: لوگوں کے لیے علم (علم شریعت) کھانے پینے سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ کھانے پینے کی حاجت تو دن میں ایک یا دو دفعہ ہوتی ہے مگر علم کی ضرورت تو ہر سانس کے ساتھ ہوتی ہے۔

مذکورہ نصوص کی روشنی میں یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ علم کے ذریعہ سے مسلمان کے دل میں ایمان ویقین راسخ ہو جاتا ہے اور بھلائی و برائی کے مابین تمیز کر سکتا ہے۔ نیز حاملین علم کو دنیا و آخرت کے بشارتوں سے نوازا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے۔

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ [12]

ترجمہ: اللہ تعالٰی تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا (٤) اور اللہ تعالیٰ(ہر اس کام سے) جو تم کر رہے ہو (خوب) خبردار ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ [13]

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اندھا اور بینا برابر ہو سکتا ہے؟ یا کیا اندھیری اور روشنی برابر ہوسکتی ہیں۔

نیز مزید ارشاد فرمایا۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ [14]

ترجمہ:بتاؤ تو علم والے اور بے علم کیا برابر ہیں؟ یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔ (اپنے رب کی طرف سے)۔

اللہ تعالی نے علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس کو علم وحکمت سے نوازدیا گیا گویا اسے دین و دنیا کی دولت حاصل ہو گئی، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے۔

وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ [15]

ترجمہ:اور جو شخص حکمت اور سمجھ دیا جائے وہ بہت ساری بھلائی دیا گیا اور نصیحت صرف عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات اور سیرتِ رسول اللہ ﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذمہ داری کا کام اکثر نوجوانوں ہی کے سپرد کیا جاتا تھا۔ تاریخ اسلام میں اس کی مثالیں موجود ہیں، چنانچہ جب کسی قبیلے نے اسلام قبول کیا تو آنحضرت ﷺ نے کسی ذہین و فطین نوجوان کو اس کا سردار مقرر کیا۔ اصل میں معیار یہ تھا کہ اسلامی اصول و شریعت سے کون زیادہ واقف ہے؟ نماز پڑھانے کے لیے

قرآن کی سورتیں کس کو زیادہ یاد ہیں؟ کون اپنے نئے دین سے زیادہ جوش اور دلچسپی کا اظہار کرتا ہے؟ اور یہ صفتیں عموماً نوجوانوں میں پائی جاتیں، عموماً نوجوان مدینہ آکر زیادہ تیزی سے قرآنی سورتیں حفظ کر لیتے تھے۔ دیگر امور مثلاً مال و دولت' وجاہت و تجربہ زیادہ پیش نظر نہیں رہتا تھا۔ مدینہ ہجرت کر کے آتے ہی آنحضرت ﷺ نے اپنے گھر کے سامنے ایک چبوترہ بنا دیا' جس پر سائبان بھی تھا' جس صفہ کے نام سے جانا جاتا ہے، دن کو یہ مدرسہ (بلکہ جامعہ) بن جاتا تھا اور رات کو دارالاقامہ۔ یہاں اعلیٰ تعلیم تو خود رسول اللہ ﷺ دیا کرتے تھے' لیکن ابتدائی تعلیم اور لکھنا پڑھنا سکھانا، یہ کام نوجوان رضاکاروں کے سپرد تھا۔[16]

دوسرا ہدف: تعمیل و کردار

انسانی اقدار اور احترام انسانیت کا شعور پیدا کرنے کے لئے دین و مذہب کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ دین اسلام ہی وہ عالمگیر اور کامل دین ہے جس میں زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق ہدایات اور تعلیمات موجود ہیں، کیونکہ اسلامی تعلیمات و ہدایات کا بنیادی مقصد ہی روح کی بالیدگی، نفس کی پاکیزگی، سیرت و کردار کی بلندی اور ظاہر و باطن کی طہارت و نظافت ہے۔ مذہب اسلام ہی وہ سرچشمہ ہدایت ہے جس نے ہر دور میں وقت کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عصری علوم کی ضرورت اور مذہبی و سیاسی اور معاشی و معاشرتی مشکلات کی عقدہ کشائی کی ہے۔

اسلام جہاں انفرادی زندگی میں فرد کی اصلاح پر زور دیتا ہے وہیں اجتماعی زندگی کے زرین اصول بھی وضع کرتا ہے کیونکہ اسلام صرف زبانی تعلیمات کے مجموعہ کا نام نہیں بلکہ زندگی میں تعلیمات پر عمل کرنے کا عملی مظاہرہ پیش کرنے کی تلقین بھی کرتا ہے۔ اگر تعلیم سے ایک اچھا انسان بن سکتا ہے تو تربیت انسانی کردار کی تشکیل کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ کردار اور تربیت پر بھی توجہ دے، کیونکہ انسان پڑھ لکھ کر اللہ تعالی کہ حکمت کو جاننے کہ کوشش کرتا ہے اس لیے اس پر لازم ہے کہ اس کے علم اور کردار میں فرق نہ ہو بلکہ اپنے علم کو صحیح طریقے سے منتقل کریں تاکہ بہتر کردار اور بہتر تربیت سب کے لیے عیاں ہوں۔

سیرت رسول اللہ ﷺ کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ کر کے دکھایا بھی۔ محض فلسفہ ہی پیش نہیں کیا چنانچہ آج کا نوجوان اگر ایک اس وصف کو اپنا لے تو معاشرے کی کتنی ہی ذمہ داریاں ہیں جنھیں وہ بخوبی ادا کر سکتا ہے لہذا اسلام میں علم وہی معتبر ہے جس پر عمل بھی کیا جائے، کیونکہ اصل میں اعلیٰ تعلیم اتنی اہمیت نہیں رکھتی جتنی اعلیٰ تعمیل۔

قرآن مجید میں علم و عمل اور و قول و فعل دونوں میں مطابقت پر زور دیا گیا ہے صرف یہ نہیں فرمایا کہ زبان سے تو اقرار کرو مگر عملی مظاہرہ پیش نہ کرو، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے۔

لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ہ [17]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

اس ضمن میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قرآن کریم کے احکام رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے جو تعلیمات انسان کو پہنچائی گئیں، آپ ﷺ نے خود اس پر عمل کر کے ثابت کیا۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہ جو کچھ قرآن میں تھا وہ سب مجسم ہو کر آپ ﷺ کی زندگی میں نظر آیا۔ چنانچہ ایک صحابی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ جواب دیا کہ کیوں نہیں؟ تو پھر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! أَخْبِرِينِي بِخُلُقِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَتْ: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ، أَمَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ [18]

ترجمہ: سعد بن شام سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ام المومنین: آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سے آگاہ فرمائیں: انہوں فرمایا کہ "قرآن ہی رسول اللہ ﷺ کا اخلاق تھا۔ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟

مذکورہ عبارت سے ثابت ہے کہ انسان کی عملی سیرت کا نام اخلاق ہے۔ اخلاق کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ہر اچھی بات، ہر نیکی، لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی، چہرے پر مسکراہٹ، اچھی ہمسائیگی اختیار کرنا اور صرف اپنوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں حتی کہ جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا، یہ سب چیزیں عمدہ اخلاق میں شامل ہیں۔ یہی ساری خوبیاں محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں ملتی ہیں۔ اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے اخلاق کو قرآن کی عملی تعبیر و تفسیر کا نام دیا کیونکہ جو کچھ قرآن کریم میں تھا وہ آپ ﷺ نے عملی طور پر پیش بھی کیا۔ عقائد و عبادات [ایمان و توحید، نماز، روزہ، زکوۃ، حج]، معاملات [گھر والوں، رشتہ داروں اور پڑوسیوں، یتیموں، چھوٹے بڑوں، معذور و محتاجوں] غرض زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کے عملی واعلی پیکر تھے۔ اخلاق حمیدہ [صبر واستقلال، شکر، صدقہ و خیرات، ایثار و قربانی، عفو و درگزر،

سچائی، عدل و انصاف، ہمدردی و مساوات] کے تابندہ مثال تھے جو کہ رہتی دنیا کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے اور جس کی گواہی خود قرآن نے دی۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[19]

ترجمہ:یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔

اسلام نے کبھی دکھاوے کی خوشنما مگر ناقابلِ عمل تعلیم نہ دی کہ کوئی ایک طمانچہ لگائے تو دوسرا گال بھی ضرور ہی پیش کر دو۔ اسلام نے اوسط انسانوں کی قابلیت کا لحاظ کر کے قواعد بنائے اور ان کی انتہائی تعمیل ادنیٰ اور اعلیٰ سب سے کرائی۔ ان احکام کا بادشاہِ وقت بھی اتنا ہی پابند ہے جتنا کوئی غلام۔ ایثار اور فرشتہ سیرت اعمال کی تعریف تو کی مگر ویسا کرنا ہر کسی پر واجب نہیں کر دیا۔ یہ اصول اسلامی تعلیم کے ہر جز میں نظر آئے گا۔

سماج پر نوجوانوں کی تعلیم اور تعمیل کے اثرات کا شرعی جائزہ

نوجوانوں کی اچھی تعلیم و کردار سے معاشرے پر درج ذیل اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

ا۔ شخصیت سازی[Character Building]

اسلام میں جس طرح عبادات اور معاملات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے ،اسی طرح یہ حسنِ اخلاق، تعمیر شخصیت اور کردار سازی کو بھی بنیادی اہمیت دیتا ہے۔

تعلیم کا حصّہ بچہ کی شخصیت کی مکمّل اور ہمہ جہت نشو نما ہے۔ اس کیلیے تدریس، خواندگی اور معلومات کی ترسیل کے ساتھ سیرت کی تشکیل، صلاحیتوں کی شناخت اور شخصیت کی تہذیب ناگزیر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تعلیم کے ساتھ تربیت لازمی ہے۔ اور تربیت کے ذریعہ ہی ایک اچھا اُستاد بہتر و برتر تعلیم فراہم کر سکتا ہے۔ لہذا ایک اچھے استاد کے لئے قرآن کریم سے راہنمائی حاصل کرنی ہو گی کیونکہ دین اسلام کا بنیادی ماخذ قرآن کریم ہے۔ یہ رشد و ہدایت کا سرچشمہ اور کردار سازی کا بنیادی منشور ہے۔ یہ وہ کتابِ ہدایت ہے ،جس نے انسانیت کی رہنمائی کرتے ہوئے اسے حسن اخلاق اور کردار سازی کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ ارشادِ ربانی ہے: إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا - [20]

ترجمہ: یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

ایک اور جگہ مزید ارشاد فرمایا: رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ[21]

ترجمہ: یعنی) رسول (۱) جو تمہیں اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ کر سناتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے کسی فرد یا قوم کی تعمیر میں سب سے بڑا کردار قوتِ ایمانی کا ہے۔ ایمان کا درجہ فرد یا قوم کی زندگی کے لیے روح کا ہے یہ شخصیت کو زندگی اور زندگی کو توانائی بخشتا ہے اس کے بغیر دنیا میں نہ کوئی پنپ سکتا ہے اور نہ ابھر سکتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ شخصیت بنتی ہے اسی بنیاد پر۔ اس سے ہٹا کر کی جانے والی ہر کوشش فقط خسارے کا سودا ہے۔ قرآنِ کریم نے صدیوں کے اسی تجربے پر تصدیق کی مہر لگائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ [22]

ترجمہ : زمانے کی قسم (۱) بیشک (بالیقین) انسان سراسر نقصان میں ہے (۱) سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے (۱) اور نیک عمل کئے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔

مذکورہ سورت، حسن اخلاق اور شخصیت سازی کے مسئلے میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سورت کا موضوع ہی انسانیت کی تعمیر اور نفع ونقصان کے معیار کا تعین ہے اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جو لوگ ایمان والے نہیں ہیں وہ گھاٹے میں ہیں اگرچہ وہ بظاہر نفع میں دکھائی دیں، اگر کوئی صاحبِ ایمان گھاٹے میں دکھائی دیتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اسے اپنے ایمان پر محنت کرنی چاہیے۔

۲۔ جہالت کا خاتمہ [End of Ignorance]

سماج کی تنزلی و بے اتفاقی، معاشی، بدحالی، سیاسی عدم استحکام اور سماجی برائیوں کے متعدد اسباب ووجوہات کی ایک اہم وجہ جہالت و ناخواندگی ہے کیونکہ علم روشنی اور جہالت تاریکی سے عبارت ہے۔ آج کل سماج، شرعی و دنیاوی تعلیم، ایک دوسرے کے مزاج اور طبیعتوں کو پرکھنے کا تجرباتی علم، قرآن وحدیث اور اسلاف امت سے وابستہ تاریخی حقائق کی تعلیم سے دوری مسلمانوں کے اندر عام ہے

اور کم علمی اور ناخواندی کے نتیجے میں مسائل کے شکار ہے۔ جہالت کی اس بیماری میں امت اسلامیہ پوری طرح سے مبتلا ہے اور جو کچھ پڑھے لکھے ہیں بسا اوقات ان پر جاہلوں کی دھونس کا غلبہ ہے جو جہالت کی تاریکیوں کو پھیلانے اور علم و تحقیق کی روشنی کو مٹانے کے درپے ہیں۔ آج اگر مسلمان پڑھا لکھا ہو جائے، قرآن وحدیث کا مطالعہ شروع کردے، علم سے ان کا رشتہ مضبوط ہو جائے، حقائق پسندی اور حق پرستی ان کی طبیعتوں میں شامل ہو جائے اور پھر تلاش حق میں نکلیں تو کبھی بھی گمراہ نہ ہوں گے اور نہ ہی اختلاف وانتشار کے شکار ہوں گے کیونکہ زیادہ تر اختلافات کے خاتمے کا سبب جہالت کا خاتمہ اور علم و تعلیم کی بالادستی میں ہی مضمر ہے، کیونکہ جہالت تمام مسائل کی جڑ ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

لافقراشد من الجهل[23]

ترجمہ: جہالت سے بڑھ کر کوئی شدید افلاس نہیں۔

تعلیم کا معاشرہ کے ساتھ بہت بڑا اور گہرا تعلق ہے کیونکہ تعلیم یافتہ طبقہ، معاشرے کو مطلوبہ سمت میں نشوونما کے لئے درکار افراد مہیا کرتی ہے جو کہ معاشرے کے شخصی وعلمی ارتقاء اور ترقی میں مدومعاون ثابت ہوتی ہے۔ ریاست کی جانب سے تعلیم اور صحت کی سہولتوں کی فراہمی ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔ جہالت اور پسماندگی کی کوئی ایک وجہ نہیں ہوتی، یہ مختلف وجوہات کا ایک پیچیدہ اور مشکل مگر ممکن مسئلہ ہے۔ ترقی یافتہ اور پسماندہ اقوام کے مابین خواندگی کی شرح کا بین تفاوت اس تلخ حقیقت کی غمازی کرتا ہے۔ قرآن حکیم نے تعلیم کے فروغ اور تزکیۂ نفوس انسانی کو مقاصد نبوت میں سے قرار دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی آمد سے ظلم وجبر اور بربریت اور تاریکیوں کا خاتمہ ہوا۔ آپ ﷺ نے انسانیت کی بقا، فلاح اور استحکام کیلئے ایسے رہنما اصول چھوڑے جن کو اپنا کر ہر دور کا انسان اپنی دنیا و آخرت کو سنوار سکتا ہے۔ علم کی فضلیت و فرضیت سے متعلق بے شمار احکامات وارشادات نبوی کتب سیرت میں مرقوم ہیں لہذا مسلمانوں کو محمد ﷺ کے در سے وابستگی اختیار کرنا ہو گی۔

۳۔ غربت میں کمی اور اقتصادی خوشحالی Poverty reduction & Economic Prosperity

کسی بھی انسانی معاشرے میں لوگوں کے درمیان معاشی تفاوت کا پایا جانا یعنی بعض کا صاحبِ ثروت و دولت اور امیر و غنی ہونا بعض کا ضرورت مند اور غریب و مفلس ہونا ایک فطری امر ہے چنانچہ

انسانی معاشرے میں معاشی و معاشرتی عدل و انصاف اور استحکام رب کریم کے پسندیدہ یا مقرر کردہ دین (نظام زندگی) کے کلی اور ہمہ جہتی نفاذ کے لئے بغیر ممکن نہیں ہے جسے اس نے اپنے برگزیدہ اور منتخب نفوس قدسیہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے انسانیت کی دنیوی و اخروی فلاح کے لئے عنایت فرمایا اور جس کی تکمیل اس نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے ذریعے فرمادی اور شریعت محمدیہ درجاتِ معیشت میں سوشلزم کی طرح غیر فطری مساوات کی تو قائل نہیں البتہ اس میں "حق معیشت" میں بغیر کسی تفریق کے جملہ انسانوں کو برابر قرار دیا ہے۔ اس کے لئے اس میں بالعموم خوشدلانہ، رضاکارانہ اور برادرانہ مواسات یعنی باہمی ہمدردی و غمخواری کی تعلیمات سے کام لیا گیا ہے۔ اس لئے غربت و افلاس کا مسئلہ زیادہ تر تو شریعت محمدیہ کی انہی بے نظیر و بے مثال اور مؤثر تعلیمات سے حل ہو جاتا ہے چنانچہ دنیا میں ظلم و ناانصافی، بھوک، افلاس اور تنگدستی، خود ساختہ استحصالی اور غیر منصفانہ قانون، غیر فطری حد تک معاشی و معاشرتی تفاوت و عدم توازن جیسی بنیادی اور ننگ انسانیت خرابیوں کو ختم کرنے اور دنیوی و اخروی سعادتوں کے حصول کے لئے اسوہ حسنہ اور تعلیمات و ہدایات نبوی ﷺ کی پیروی ضروری ہے کیونکہ سیرت کی کتب میں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور عدم توازن جیسے نظام پر مبنی معاشرہ اور ریاست کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔، چنانچہ ایک واقعہ کچھ اس طرح مذکور ہے کہ:

"قبیلہ مضر کے کچھ لوگ جب ننگے پاؤں ننگے جسم اور پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس نبی رحمت صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی یہ خستہ حالی دیکھ کر آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت تک چین نہ آیا اور اس وقت تک آپ کے چہرہ انور پر بشاشت کے آثار نمودار نہ ہوئے جب تک کہ ان کی اس تنگ حالی کا ضروری سامان نہیں ہو گیا"۔[24]

غربت کسی بھی معاشرے میں اس سماجی تقسیم کا نام ہے جس میں چند افراد معاشرے کے وسائل پر قابض ہو جائیں جبکہ دوسری طرف معاشرے کا بڑا گروہ اس کے برعکس اپنی بنیادی ضروریات کے حصول سے بھی محروم ہو جائے۔ اس ضمن میں نبی پاک ﷺ پر نازل ہونے والی آخری کتاب قرآن کریم میں بھی ترغیب دی گئی ہے کہ اگر کسی جگہ محنت کے باوجود روزگار کے حصول کے مناسب اور معقول مواقع نہ ہوں تو اللہ کی وسیع زمین میں کسی دوسری جگہ ہجرت کر جاؤ اللہ کریم تمہیں وہاں خوشحالی اور وسعت عطا فرمائیں گے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةًؕ[25]

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے وہ زمین میں (ہجرت کے لیے) بہت سی جگہیں اور (معاش کے لیے) کشائش پائے گا۔

ماہرین علم و دانش کی نظر میں غربت و افلاس اقتصادی اور سماجی مسئلہ ہے اور معاشرے کی اخلاقی، سماجی اور اقتصادی ترقی میں تعلیم کا بہت اہم کردار جبکہ انسانی وسائل اور صلاحیت بھی اس سلسلے میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ تعلیمی اداروں کی حیثیت ایک فلٹر کی ہے یہاں معاشرے کے ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، مختلف قسم کی عادات، اطوار، اخلاق کے حامل ہوتے ہیں۔ جب وہ اداروں میں آ گئے تو سمجھیں ایک فلٹر مشین میں داخل ہوگئے۔ یہاں آکر نوجوانوں کو پیشہ ورانہ صلاحیت اور مختلف اداروں کے قوانین کی تربیت، جیسے مال کمانے اور خرچ کرنے کے اصول، لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کے آداب و قوانین، لین دین اور تجارت کے قوانین اور معاشرتی ترقی کے قوانین کی تربیت اور اصلاح و پاسداری کی تعلیم سیکھنا ضروری ہے کیونکہ تعلیم کے ذریعہ ہم اپنے اہداف کا تعین کر کے اپنے مقاصد کے حصول تک پہنچ سکتے ہیں۔

علم کے فوائد اور اثرات اس وقت مزید آشکارا ہوتے ہیں جب علم کتاب و سنت پر مبنی اصولوں سے مربوط ہو، ثقافت، نظریات، اور ادبیات کتاب و سنت کی روشنی میں اخذ کی جائیں، علم کا اخلاقیات پر براہِ راست اثر ہوتا ہے جس کی وجہ سے کوئی بھی معاشرہ بلندیوں پر پہنچ سکتا ہے تاہم تربیت سے عاری علم کامیاب نسل تیار نہیں کر سکتا، چنانچہ اگر علم کیساتھ اخلاقیات، چال چلن، خلوت و جلوت کی پاکیزگی کا انتظام ہو تو یہی امید کی کرن اور مطلوبہ نتائج والا علم ہے۔ علم کے اثرات ذہنوں میں شفافیت راسخ کرنے، بدعنوانی اور برائی کے تمام راستے بند کرنے سے بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ نیز علم کے اثرات فہم میں اضافے، مثبت سوچ، عمدہ گفتگو اور وزنی بات سے بھی واضح ہوتے ہیں انہی تمام چیزوں میں اضافے کیلئے قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو آیات الٰہی میں غور و فکر اور کائنات میں سوچ و بچار کرنے کی دعوت دی ہے بلکہ اسی طرح متعدد آیات ان الفاظ پر ختم ہوتی ہیں: اَفَلَا تَعْقِلُونَ[26] ترجمہ: کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ اَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ[27] کیا تم غور و فکر نہیں کرتے؟

اَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ؟[28] ترجمہ: کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ[29] ترجمہ: بیشک اس میں عقل والوں کیلئے نصیحت ہے۔

خلاصۃ البحث

کسی بھی معاشرے بھی سلامتی، تحفظ اور امن بر قرار رکھنے میں نوجوانوں کا کلیدی کردار ہے اور نوجوانوں کی شرکت سے ہی معاشرے میں مثبت تبدیلی کو اجاگر کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ جدید دنیا اور نئے سماجی، سیاسی اور معاشی رجحانات کو سمجھنے کے لیے زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں۔ قومی ترقی کا حصول صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب طلباء اور نوجوان نسل اخلاص کے ساتھ اس مقصد کے لیے خود کو وقف کر دیں اور یہ اس دور کی اہم ضرورت ہے کیونکہ آنے والا وقت سائنسی ترقی اور ایجادات کا ہی دور ہو گا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کل دنیا میں وہی ملک ترقی یافتہ کہلاتے ہیں جن کے عوام عصر حاضر کے جدید علوم سے واقف اور تعلیم یافتہ ہوں بلکہ موجودہ دور میں تو جدید علوم کے ساتھ جدید ٹیکنالوجی اور جنگی فنون زیادہ اہمیت اختیار کر چکی ہے اور تمام ممالک ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کیلئے انہیں علوم وفنون میں مہارت کو معیار بنائے ہوئے ہیں۔ جدید علوم وفنون کا نہ صرف حصول بلکہ ان پر دسترس اور مہارت عصر حاضر کے بنیادی تقاضوں میں سے ایک ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پہلے نشاندہی کرتے ہوئے مسلمانوں کو حکم دیا۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ[30]

ترجمہ:تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو۔

مذکوہ آیت سے ثاب ہو تا ہے کہ دور جدید کے تمام نئے علوم وفنون کے بانی ومبادی اسلام ہی ہے کیونکہ قرآن نے جدید ٹیکنالوجی کا تصور دیا یہی وجہ ہے کہ عہد ماضی میں مسلمانوں نے تمام علوم وفنون کو وسعت دینے کی نہ صرف کوشش کی ہے بلکہ وسعت اور کامیابی کے اعلی درجہ پر پہنچایا جس کی وجہ سے پوری دنیا میں عالم اسلام کے چرچے ہوئے۔ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس کی طرف آج کے نوجوانوں کی راہنمائی اور احساس دلانے کی ضرورت ہے کیونکہ نوجوانوں میں احساسِ ذمہ داری ہی معاشرے کی ترقی میں بنیادی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ کامیابی ان اقوام کا مقدر ہوتی ہے جن کے نوجوان مشکلات سے گھبرانے کے بجائے دلیری سے مقابلہ کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔۔ وہ اقوام آگے بڑھتی ہیں جن کے نوجوان جہدِ مسلسل کو اپنا شعار بنالیتے ہیں۔ ترقی یافتہ، خوش حال اور کامیاب اقوام کی تاریخ میں یہی راز پوشیدہ ہے کہ انھوں نے اپنی ناکامی میں کامیابی، شکست میں جیت اور ذلت میں عزت کو تلاش کرنے کا ہنر جان لیا ہے۔ آج ہر معاشرہ جمود کا شکار نظر آتا ہے ترقی کے بجائے تنزلی کی طرف جارہا ہے۔

تربیت کے اہم عناصر میں خاندان کو سب سے زیادہ فوقیت حاصل ہے اور خاندان میں والدین کی حیثیت کلیدی ہوتی ہے۔ خاندان کی تربیت کا اثر افراد پر زندگی بھر رہتا ہے۔ اگر خاندان اپنا کام بخوبی انجام دے تو معاشرے کو سلجھے ہوئے باکردار افراد میسر آ سکیں گے جو کسی بھی معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ خاندان کے بعد اہم کردار تعلیمی اداروں کا ہوت لہذا ضرورت اس با ت کی ہے کہ تعلیمی اداروں میں طلباء اور نوجوانوں کی تربیت پر توجہ دیں اور سیاسی اور سماجی ادارے اپنا کردار بخوبی ادا کریں۔ نوجوانوں کی تربیت اور کردار سازی کو حرزِ جاں بنا کر ہی معاشرے میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے نوجوانوں کو متحرک بنا کر ہی تحریک کی ابتدا کی جاسکتی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ محض گفتار کا غازی بننے سے نہ سماجی ترقی کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے اور نہ ہی ترقی اور خوش حالی کے دریا کو پار کیا جاسکتا ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ مختلف سیاسی اور فکری اثرات سے پاک انسانی، سماجی اور ملکی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر نظام تعلیم کو تشکیل دیا جائے۔ بلا شبہ مملکت کو ایک ایسے نظام تعلیم کی ضرورت ہے جو سب کے لئے قابل قبول ہو اور آئندہ نسلوں کو علم و شعور کی دولت سے مالامال کر دے اور وہ اپنے اپنے عہد اور اپنی اپنی جگہ پر تعمیر ترقی اور تحقیق سمیت دیگر شعبوں میں مثالی کردار ادا کریں۔ نیز سماجی مساوات کو مقصد زندگی قرار دیتے ہوئے آخری سانسوں تک مساوات کے قیام، ذات پات اور طبقات کی بالا دستی کے خلاف جدوجہد سمیت ایسے نصاب کو تشکیل دیا جائے جس میں اسلامی تعلیمات کو مسلکی اور معاشرتی ہم آہنگی کے لئے کام میں لایا جائے۔

تجاویز وسفارشات

کسی بھی مہذب اور ترقی یافتہ ملک کی تعلیمی پالیسی اسکی معاشی، معاشرتی، سیاسی اوراخلاقی پالیسیوں وترقی کی بنیاد ہوتی ہے ۔ قومی تعلیمی پالیسی تعلیم سے متعلقہ تمام افراد، اداروں، شعبوں کی سرگرمیوں کو منضبط و مربوط کرتی ہے۔ لہذا اس سلسلے میں تمام اداروں کو منضبط و منسلک کرنے اور اچھی حصول تعلیم کے لئے درج ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں اور مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے کے لئے ان تجا ویز پر عمل درآمد کروانے کی سفارش کی جاتی ہے۔

ا۔ قرآن کریم اللہ تعالی کی آخری الہامی کتاب ہے اور یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کے تمام علوم کامل اور مکمل، عقل پر مبنی اور فطرت کے عکاس ہیں۔

اس میں خالق کائنات کی طرف سے مخلوق خدا[انسانوں] کی ہدایت کا پورا عملی نظام زندگی موجود ہے لہذا ضروری ہے کہ انسان کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور تعلیمی تربیت کے لئے قرآن کریم کی طرف رجوع کیاجائے اوراس کی روشنی میں نصاب تعلیم تشکیل دیاجائے۔

۲۔ سنت رسول ﷺ قرآن کریم کی عملی تفسیر کا نام ہے لہذا نوجوانوں کے لئے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اوراسوہ حسنہ کو قابل تقلید نمونہ کے طور پر پیش کرناچاہئے۔

۳۔ جدید علوم توضروری ہیں،ہی اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی بھی اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے کیونکہ انسان کو انسانیت سے دوستی کے لئے اخلاقی تعلیم بھی بے حد ضروری ہے۔ اسی تعلیم کی وجہ سے زندگی میں خداپرستی، عبادت، محبت، خلوص، ایثار، خدمتِ خلق، وفاداری اور ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اخلاقی تعلیم کی وجہ سے صالح اور نیک معاشرہ کی تشکیل پاتاہے اور انسانیت کے زیور کی حیثیت سے تعلیم معاشرے میں علمی واخلاقی سطح کو بلند کرنے کا بہترین ذریعہ ہے،لہذا نوجوانوں میں تعلیم کا مقصد صرف برائے روزگار نہیں بلکہ برائے اعلی انسانی اخلاق کا شعور اجاگر کرناچاہئے۔

۴۔۔ اکیسویں صدی میں انسان کو کئی چیلنجوں کا سامنا ہے اور ان سے منہ پھیر کر زندہ رہنے کا تصور اس کے وجود سے انکار کے مترادف ہو گا اور ان تمام چیلنجز کا مقابلہ کرنے، ان سے کامیابی کے ساتھ گزرنے کے لئے یہ بات بہت اہم ہے کہ تعلیم کا حصول ممکن بنایاجاسکے، مگر یہ تعلیم قدیم اور روایتی نہ ہوں بلکہ عصر حاضر سے ہم آہنگ اور مستقبل کی ضرورتوں اور تقاضوں کے عین مطابق ہوں، کیونکہ ترقی کے لئے تعلیم سے زیادہ کوئی اور موثر اور کامیاب ذریعہ نہیں ہے۔لہذا نوجوانوں کو عصر حاضر کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ جدید تعلیم کے حصول کے وافر مواقع فراہم کرنے چاہئے۔

۵۔ بذریعہ نصاب تعلیم،نوجوانوں میں یہ شعور بیدار کرناچاہئے کہ وہ خود کو معاشرہ کاایک اہم اور ذمہ دار فرد تصور کریں۔

۶۔ چونکہ معاشرہ انسان کے مجموعے اور افراد کے میل جول اور اختلاط سے تشکیل پاتاہے لہذا اچھے معاشرے کی تشکیل اور استحکام کے لئے تعلیم یافتہ، مہذب اور باخلاق افراد ضروری ہے تاکہ معاشرہ میں امن اور سکون کی فضاء قائم ہو۔ اس ضمن میں تعلیمی اداروں اور درسگاہوں کا کلیدی کردار ہے کہ وہ معاشرہ کو اچھاشہری اور مہذب انسان بننے کی تربیت کرے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] احمد شوقی، الموسوعۃ الشوقیۃ، باب: تربیۃ الاولاد ج ا، ص ۲۴۱، موسسۃ عبد الحمید شومان، مصر ۱۹۸۸ء۔

[2] محمد بن ابی بکر بن ایوب المعروف بابن القیم الجوزیہ ابو عبد اللہ،، اعلام الموقعین عن رب العالمین، ج ٦، ص ۱۱۳ دار احیاء التراث، بیروت، لبنان ۲۰۰۱ء۔

[3]، انیس کیڈمی، بلالا سٹریٹ، کراچی، سطن۔ عبد الکریم بن جیلانی، سید، مترجم؛ فضل میر اں، انسان کامل،، ص ۱۵۸

[4] القرآن: العلق ۹٦:۱

[5] القرآن: طہ ۲۰:۱۱۴

[6] القرآن: البقرۃ ۲:۱۲۹

[7] ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی، تفسیر البغوی [معالم التنزیل]، رقم الحدیث: ۲۹، دار ابن حزم، الریاض، مکہ المکرمہ ۱۹۹۹ء۔

[8] ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی، ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۷، دار لمعرفہ، بیروت، ۱۹۹۸ء۔

[9] ایضا، رقم الحدیث ۲۲۴

[10] امام غزالی، احیائے علوم، ص ٦٦، مکتبہ امدادیہ، پشاور ۲۰۰۳ء۔

[11] شمس الدین محمد بن أبی بکر المشہور باسم "ابن قیّم الجوزیۃ ، أبو عبد اللہ، مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد وإیاک نستعین: ج ۲ حدیث نمبر ۴۷۰

[12] القرآن: المجادلہ ۵۸:۱۱

[13] القرآن: الرعد ۱۳:۱٦

[14] القرآن: الزمر ۳۹:۹

15 القرآن:البقرۃ ۲:۲۶۹

16 ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفی، ج ۱، ص ۲۲۵، دارالسلام، انڈیا ۲۰۰۰ء۔

17 القرآن:الصف ۶۱:۲

18 احمد بن حنبل، مسند احمد، ج ۸ ص ۲۵۱، دار احیاء التراث، بیروت لبنان ۲۰۰۰ء۔

19 القرآن:الاحزاب ۳۳:۲۱

20 القرآن:بنی اسرائیل ۱۷:۹

21 القرآن:الطلاق ۶۵:۱۱

22 القرآن:العصر ۱۰۳:۱-۳

23 ابن القیم الجوزیہ، ابو عبد اللہ، اعلام الموقعین عن رب العالمین، ج ۵، ص ۲۱۳ ۱

24 مسلم بن الحجاج، امام، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی صدقۃ ج ۱، ص ۳۲۷، دار احیاء التراث، بیروت لبنان ۲۰۰۰ء۔

25 القرآن:النساء ۴:۱۰۰

26 القرآن:البقرۃ ۲:۷۶

27 القرآن:الانعام ۶:۵۰

28 القرآن:المومن: ۵۸

29 القرآن؛الزمر ۳۹:۲۱

30 القرآن:الانفال ۸:۶۰

______English References______

1. Al-Qur'an ul Kareem

2. Abdul Kareem bin Jeelani Syed, Insaan Kamil , Anees Academy Bilal Street Karachi.

3. Abu Muhammad Alhussain Almasoodi Al-baghvi, Tafseer-e Baghvi [Maalm-ul-Tanzeel], Dar Ibn Hazm Riyaz Makkah.

4. Abu Abdullah Muhammad bin Yazeed Qazweeni , Ibn Maaja, Dar-ul-Marifa Beirut Lebanon.

5. Ahmad Shauqi,Al-mausooat-ul-shouqia, Moassasa Abdul Hameed Shomn Misr.

6. Ahmad bin Hanbal, Musnad Ahmad, Dar Ehia Al-tu-raath, Bierut Lebanon.

7. Al-Ziriqli, Khair-ud-din bin Mahmood, Al-alAlam, Beirut, Dar ilm limulain

8. Imam Ghazli, Ehya Ulum-ul-Din, Maktaba Imadadiya , Peshawar.

9. Idrees Kandhehlevi, Seerat-ul-Mustfa, Darul-sa-Alaam India.

10. Muhammad bin Abi Bakr bin Ayyub Bin Al-qayyem Aljozia, Aalaam-ul-Moqeen En Rabbil-Aalamin, Dar Ehia Al-tu-raath, Bierut Lebanon.

11. Muhammad bin Abi Bakr bin Ayyub Bin Al-qayyem Aljozia, Madaare-ju-Saalikeen Baina Manazil Eyyaka Nabodo wa Eyyak Nastaeen, Dar Ehia Al-tu-raath, Bierut Lebanon.

12. Muslim bin Al-hajjaaj, Saheeh Muslim, Dar-ul-Marifa Beirut Lebanon.